قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین

کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ترتیب و تدوین: سید برہان علی۔ حافظ محمد زاہد

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة

سورۃ الحدید سے سورۃ التحریم تک دس مدنی سورتوں کا گلدستہ ہے جو قرآن حکیم میں سورتوں کی تعداد کے حوالے سے مدنی سورتوں کا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔ یہ سورتیں اس اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ ان میں اصل خطاب مسلمانوں سے بحیثیتِ اُمّتِ مسلمہ ہے اور ان سورتوں کے جو اہم مضامین ہیں وہ بھی مسلمانوں ہی سے متعلق ہیں۔ دوسری مشترک بات ان سورتوں میں یہ ہے کہ ان میں انداز جھنجھوڑنے والا ہے' یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے جذباتِ ایمانی' جوشِ جہاد اور جذبہ انفاق میں کوئی کمی آ رہی ہو جس پر ملامت کی جا رہی ہو۔ آج کے دور کے مسلمان' جن میں اب یہ چیزیں نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہیں بلکہ ناپید ہو گئی ہیں' اگر توجہ کے ساتھ ان سورتوں کا مطالعہ کریں تو اُمید کی جا سکتی ہے کہ اُن کے جذبہ ایمانی میں کچھ حرارت پیدا ہو جائے اور جوشِ جہاد اور جذبۂ انفاق کو بھی جلا مل جائے۔ بہر حال آج کی پہلی زیر درس سورۃ ''الممتحنۃ'' ہے۔

سورۃ الممتحنۃ اپنے مضامین کے اعتبار سے سورۃ المجادلۃ کے بہت مشابہ ہے۔ سورۃ المجادلۃ میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ آئی تھی کہ حزب اللہ ہونے کے اعتبار سے مسلمانوں میں یہ وصف راسخ ہو جاتا ہے کہ ان کی دلی محبتیں صرف اللہ اور اہل ایمان کے ساتھ ہوں اور باقی ساری محبتیں اس کے تابع ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو جماعتی زندگی بہت کمزور ہوگی اور اللہ کی راہ میں ایسی جدوجہد نہ ہو سکے گی جیسے اس کا حق ہے۔ سورۃ الممتحنۃ کا آغاز بھی اسی مضمون سے ہو رہا ہے۔ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (آیت ۱)

''اے اہلِ ایمان! میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بناؤ۔''

یعنی دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو:

((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ))(سنن ابی داؤد)

''جس نے کسی سے محبت کی تو اللہ کے لیے اور کسی سے دشمنی رکھی تو اللہ کے لیے' کسی کو کچھ دیا تو اللہ کے لیے اور کسی سے کچھ روکا تو بھی اللہ کے لیے' تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

اس کے بعد آیت ۳ میں بھی یہی مضمون بڑی تاکید اور اہتمام کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں فرمایا گیا:

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

''قیامت کے دن نہ تمہارے رشتہ دار کچھ فائدہ دیں گے اور نہ تمہاری اولاد۔ اُس روز وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔''

پہلے رکوع کے آخر (آیت ۵) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ایک دعا نقل ہوئی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں کفار کے لیے تختۂ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما دے۔ یقیناً تُو غالب' حکمت والا ہے۔''

یعنی وہ اپنے رب کے حضور دعا گو تھے کہ یارب' ہمیں ان ظالموں کے ظلم وستم کا نشانہ بننے سے بچانا' اس لیے کہ یہ ایک بہت بڑی آزمائش ہوتی ہے۔ جیسے مکّہ میں مسلمان ستائے جا رہے تھے اور ہر طرح کا ظلم ہو رہا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ مکہ کو تو گویا مہلت دی جا رہی تھی اور اہلِ ایمان کی بہت سخت آزمائش ہو رہی تھی —— انسان کو ہمیشہ آزمائش سے بچنے اور آزمائش آ جانے کی صورت میں سرخرو ہونے کی دعا کرنی چاہیے۔

سورۃ کے آخر میں خواتین کی بیعت کا ذکر ہوا ہے جبکہ مَردوں کی بیعت کا مفصل ذکر سورۃ الفتح میں بیعتِ رضوان کے حوالے سے آ چکا ہے۔ یہاں پر ارشاد ہوا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓي اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـــًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''اے نبی (ﷺ) جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں اس بات پر آپ سے بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ نہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کریں گی' نہ چوری کریں گی' نہ بدکاری کا ارتکاب کریں گی' نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی' نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگو۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت میں ﴿وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ﴾ کے الفاظ آئے ہیں' جو بڑے بامعنی الفاظ ہیں۔ ان کا ایک مفہوم یہ ہے کہ کسی پر زنا کی تہمت نہ لگائی جائے جو قذف ہے' جبکہ ان الفاظ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں کے الفاظ انسان کی شرمگاہ کے لیے ایک استعارہ ہے اور عورت کی طرف سے اس معاملہ میں تہمت یہ ہے کہ وہ کسی اور کی اولاد اپنے شوہر کے نام کر دے۔ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے۔

سُورۃُ الصَّف

اس سے پہلے بھی یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ سورۃ الحدید سے سورۃ التحریم تک دس مدنی سورتوں کا یہ مجموعہ بہ لحاظِ تعداد قرآن حکیم کا مدنی سورتوں کا سب سے بڑا گلدستہ ہے اور اس کے بالکل وسط میں سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ آئی ہیں۔ سورۃ الممتحنہ کے بعد اس مدنی گلدستے کی بقیہ چھ سورتیں حسین وجمیل جوڑوں کی شکل میں ہیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ حسین جوڑا سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ کا ہے۔ جوڑے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں سورتیں مل کر کسی ایک مضمون کی تکمیل کرتی ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں سورتیں مل کر رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے دو پہلو' آپ ﷺ کا مقصدِ بعثت اور اس مقصد کو پورا کرنے کے طریقہ کار' کی تکمیل کرتی ہیں۔

سورۃ الصّف ''مُسَبّحات'' میں سے ہے۔ اس کے آغاز میں فرمایا:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

''اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے' اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

اس سورۃ کی مرکزی آیت اس کے پہلے رکوع کی آخری آیت ہے' جس میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨

''وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کرے اس کو کُل کے کُل دین پر خواہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔''

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جو بات سورۃ الحدید میں تمام انبیاء و رسل کے لیے آئی تھی کہ ہم نے اپنے رسول بھیجے کتابوں اور میزان کے ساتھ تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں' اب وہی بات متعین طور پر حضور اکرم ﷺ کی شان میں آئی ہے کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو الہدیٰ اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ دین اس لیے نہیں آیا کہ آپ کی تحقیق کا موضوع بن جائے یا زبان سے بس اس کی مدح کی جاتی رہے بلکہ درحقیقت یہ دین تو ایک نظامِ زندگی ہے اور نظام ہوتا ہی وہ ہے جو بالفعل قائم ہو۔ اب ظاہر بات ہے کہ غیر مسلم اور کفار اس دین (نظامِ زندگی) کے غالب ہونے کو گوارا نہیں کریں گے' وہ تو رکاوٹیں ڈالیں گے' جبکہ نبی کا کام یہ ہے ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اس دین کو قائم اور غالب کرے۔

آگے آیت ۱۰' ۱۱ میں اہلِ ایمان کو جہاد کی دعوت دی جا رہی ہے اور اس کو ایک ایسی تجارت سے تعبیر کیا گیا ہے کہ جو انہیں دردناک عذاب سے چھٹکارا دلانے والی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪

''اے ایمان والو! کیا میں تمہاری رہنمائی کروں ایسی تجارت کی طرف جو تمہیں دردناک عذاب سے چھٹکارا دلا دے! (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے راستے میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔''

ظاہر ہے کہ تجارت میں بھی جان اور مال دونوں لگانے پڑتے ہیں اور جہاد میں بھی ان ہی دونوں چیزوں کو لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

آیت ۱۳ میں اس تجارت کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ⑬﴾ ''اور ایک دوسری شے بھی (تمہیں حاصل ہوگی) جو تمہیں بہت پسند ہے۔ اللہ کی مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح۔ اور مؤمنین کو اس کی خوشخبری دے دو''۔ یعنی اگر ہم اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کے دین کی مدد کریں گے تو اُخروی کامیابی کے ساتھ ساتھ اس دُنیوی زندگی میں بھی ہمیں نصرتِ خداوندی حاصل ہوگی۔ سورۂ محمد میں ہم پڑھ آئے ہیں: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦﴾ ''اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا''۔ اسی طرح سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ⑬⑨﴾ ''(دیکھو) بے دل نہ ہونا اور غم نہ کرنا اگر تم مؤمن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے''۔ یہی موضوع زیر مطالعہ سورۃ الصّف کی آخری آیت میں اپنے عروج (climax) کو پہنچتا ہے جس میں اللہ نے اہل ایمان کو اپنا مددگار قرار دیا ہے۔ فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ (آیت ۱۴)

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو جیسے عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟''

یہاں یہ بات بھی نوٹ کریں کہ سورۃ الحدید کی آیت ۲۵ (جو سورۃ الحدید کی عظیم ترین آیت ہے) کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں: ﴿لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ﴾ ''تاکہ اللہ دیکھ لے کہ کون ہیں جو اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں غیب میں رہتے ہوئے''۔ اب اسی مضمون پر سورۃ الصّف کا بھی اختتام ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے میری نظر میں پوری سورۃ الصّف سورۃ الحدید کی آیت ۲۵ کی تشریح ہے۔

اس کے علاوہ سورۃ الصّف اور سورۃ الحدید کی ابتدائی آیت بھی تقریباً ایک جیسی ہے: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①﴾۔ اس ابتدائی آیت میں ڈانٹ کا پہلو بھی ہے کہ اگر تم بھی اللہ وحدہٗ لاشریک کی تسبیح کر رہے ہو تو کون سا معرکہ سرانجام دے رہے ہو؟ وہ تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ کر رہا ہے! اللہ کو تو تم سے کچھ اور ہی مطلوب ہے جس کا ذکر سورۃ الصّف کی آیت ۴ میں ہوا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④﴾ ''اللہ کو تو وہ لوگ محبوب ہیں جو اُس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں صفیں باندھ کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند''۔ بقولِ شاعر ؎

مقامِ بندگی دیگر ، مقامِ عاشقی دیگر!
ز نوری سجدہ می خواہی ، ز خاکی بیش ازاں خواہی
چناں خود را نگہ داری کہ با ایں بے نیازی ہا
شہادت بر وجودِ خود ز خونِ دوستاں خواہی

اور اگر کوئی شخص اس کے لیے تیار نہیں تو پھر صرف زبان سے ہماری محبت کے بلند و بانگ دعوے کرنے کا حاصل کچھ نہیں ہوگا اور ایسا عمل تو اللہ کے غضب کو بھڑکانے والا ہے۔ اس حوالے سے آیت ۲، ۳ میں فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝

''اے اہلِ ایمان! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرتے نہیں۔''

مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کے ایک ایک حرف کو حرزِ جان بنائیں۔ شاید کہ اس سے وہ جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے جو اللہ کو مطلوب ہے۔

سُورةُ الجُمعَة

سورۃ الجمعہ کا شمار بھی ''مُسَبِّحَات'' میں ہوتا ہے اور اس سورۃ کا آغاز ''يُسَبِّحُ لِلّٰهِ'' کے الفاظ سے ہو رہا ہے جو کہ فعل مضارع ہے۔ عربی میں فعل مضارع میں زمانہ حال بھی پایا جاتا ہے اور زمانہ مستقبل بھی، جبکہ سورۃ الصّف کا آغاز ''سَبَّحَ لِلّٰهِ'' کے الفاظ سے ہوا تھا جو کہ فعل ماضی ہے۔ اس طرح سورتوں کے اس جوڑے میں زمانہ کی تکمیل ہو گئی۔ پہلی آیت میں فرمایا:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۝

''جو چیز بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، جو حقیقی بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والا ہے۔''

آیت ۲ اس سورۃ کی مرکزی آیت ہے جس میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

''وہی اللہ ہے جس نے اٹھایا اُمیین میں ایک رسول انہی میں سے جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس (اللہ) کی آیات، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس آیت میں دین کو غالب کرنے کا طریقہ کار بتا دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تو اس کام کے لیے مردانِ کار یعنی اللہ کے ایسے وفادار بندے چاہئیں جو اس کام کے لیے اپنا تن من دھن لگا دینے کے لیے تیار ہوں۔ اب اس

حزب اللہ کو تیار کرنے کا طریقہ کار اس کتاب مبین کے گرد گھومتا ہے جو آلہ انقلابِ محمدیؐ ہے اور اسی کتاب مبین کے ذریعہ یہ تبدیلی برپا ہوگی — آیت کے ان الفاظ ﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ کے ساتھ سورۃ الواقعہ کی آیت ۷۹ کو بھی ذہن میں لایئے جس میں فرمایا گیا: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾۔ اس آیت کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے: ''اس کے مضامین تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے مگر وہی جو پاک ہو چکے ہوں'' —— سورۃ الجمعہ کی اس مرکزی آیت میں ''یُزَکِّیْھِمْ'' (ان کا تزکیہ کرتا ہے) کا لفظ پہلے لایا گیا ہے اور ''یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) بعد میں لایا گیا ہے۔ اس ترتیب سے یہ واضح ہوا کہ باطن کی صفائی اور پاکیزگی پہلے ہے اور کتاب کی تعلیم بعد میں' اس لیے کہ علم درحقیقت اسی وقت مفید ہوتا ہے جب دل کی صفائی ہو چکی ہو۔ اس حوالے سے مولانا روم کا شعر ملاحظہ ہو: ؎

علم را بر تن زنی مارے بود   علم را بر دل زنی یارے بود!

یعنی اگر علم انسان کے دل پر اترتا ہے تو وہ علم انسان کا ساتھی اور رفیق ہے اور اگر علم صرف اوپر اوپر انسان کے تن و توش تک محدود رہے تو پھر وہ سانپ ہے جو آدمی کو ڈستا ہے۔

اس آیت میں تو یہ واضح کر دیا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو کام بھی کر رہے ہیں وہ قرآن حکیم کے ذریعے کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی آیت ۵ میں بنی اسرائیل کے حوالے سے یہ بتا دیا گیا کہ ہم نے ان کو جو کتاب دی تھی انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور اسے بند کر کے رکھ دیا تو ان کی مثال اس گدھے کی سی ہو گئی جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہو۔ فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾

''مثال ان لوگوں کی جو حامل تورات بنائے گئے پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (یعنی اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا) اس گدھے کی سی (مثال) ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔ بری ہے مثال اس قوم کی جنہوں نے آیاتِ الٰہی کو جھٹلایا۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس مثال کے ذریعے اہل ایمان کو پیشگی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم لوگ قرآن کے ساتھ ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کرنا' ورنہ تمہارا معاملہ بھی وہی ہوگا جو تم سے پہلے یہود کا ہو چکا ہے۔

سورۃ کے آخر میں نمازِ جمعہ کے حوالے سے حکم آیا ہے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾

''اے ایمان والو! جب تمہیں نماز کے لیے پکارا جائے جمعہ کے دن تو سب کاروبار چھوڑ کر اللہ کی یاد کی طرف لپکو! یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانو۔ پس جب نماز ادا ہو چکے تو رزق کی تلاش میں زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا ذکر کثرت سے جاری رکھو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

درحقیقت جمعہ تعلیم القرآن کا پروگرام ہے جس کو اس اُمت میں ابدی حیثیت دے دی گئی ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اُس روز کوئی نائبِ رسول منبرِ رسولؐ پر بیٹھ کر خصوصی طور پر کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ کا وہی فریضہ سرانجام دے جو درحقیقت محمد ﷺ کا بنیادی کام اور انقلابِ نبوی کی جڑ اور بنیاد ہی نہیں' بلکہ مرکز ومحور بھی ہے۔

سُورۃُ المُنافقُون

مدنی سورتوں کے سب سے بڑے گلدستے (سورۃ الحدید تا سورۃ التحریم) کی آخری چھ سورتیں دو دو کے جوڑے میں ہیں۔ ان میں سے ایک جوڑے سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ کے مطالعہ کے بعد اب سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن پر مشتمل دوسرے جوڑے کا آغاز ہو رہا ہے۔ سورۃ التغابن میں ایمانیات کی بحث ہے لیکن اس سے پہلے سورۃ المنافقون کو لایا گیا ہے جس میں نفاق کے مرض اور اس کے علاج کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

''(اے محمد ﷺ!) یہ منافق جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تو خوب جانتا ہے کہ آپؐ اُس کے رسول ہیں' لیکن اللہ گواہی دے رہا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔''

اس سے پہلے مدنی سورتوں مثلاً سورۃ النساء اور سورۃ التوبہ میں نفاق کا مضمون بڑی تفصیل سے آ چکا ہے' لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہوا تھا کہ یہ دس مدنی سورتیں مختلف مضامین کے خلاصے پر مشتمل ہیں۔ تو گیارہ آیات پر مشتمل سورۃ المنافقون میں ''نفاق'' کا خلاصہ بیان ہوا ہے۔

آیت ۲' ۳ میں بیان کیا گیا ہے کہ نفاق کا مرض اصل میں ہے کیا۔ چنانچہ فرمایا:

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے پس وہ اللہ کے راستے سے رک گئے ہیں۔ اور یہ بہت ہی برا عمل ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ یہ اس لیے کہ پہلے وہ ایمان لائے' پھر انہوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی' سو اب وہ سمجھ رکھنے والے نہیں۔''

اس آیت میں جو ان کے کفر کا ذکر ہے اس سے مراد قانونی کفر نہیں ہے' اس لیے اگر قانونی کفر ہوتا تو یہ مرتد قرار پاتے بلکہ یہاں مراد حقیقی کفر ہے جو ان کے باطن میں راسخ ہے اور یہ حقیقی اعتبار سے کافر ہو چکے ہیں۔

آیت ۶ میں منافقین کے حسرت ناک انجام اور محرومی کا نقشہ کھینچا گیا جو ان کا مقدر ہے۔ فرمایا: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶﴾

''(اے محمد ﷺ!) ان کے لیے برابر ہے کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔ اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے

گا۔ یقیناً اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘۔ گویا آپ کا استغفار بھی ان بدبختوں کے حق میں مفید نہیں ہے۔ اس حوالے سے سورۃ التوبہ کی آیت ۸۰ ذہن میں لایئے جو اس موضوع کے اعتبار سے سخت ترین آیت ہے‘ جس میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) خواہ آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں (ان کے حق میں برابر ہے)۔ اگر آپ ان کے لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگیں تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔‘‘

آیات ۹ تا ۱۱ میں نفاق سے بچنے کا علاج بتایا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر وہ ٹانک ہے جو نفاق جیسے مرض سے بچانے والا ہے۔ یادِ الٰہی قلب و ذہن سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ اور اگر اس کی کوئی چھوت لگ گئی ہو تو اس کے ازالہ کا علاج ہے ’’انفاق‘‘ یعنی جو مال اللہ نے تمہیں دیا ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ موت تمہارے سرہانے آ کھڑی ہو۔ چنانچہ آخری تین آیات میں ارشاد ہوا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

’’اے ایمان والو! تمہیں غافل نہ کر دیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے‘ اور جو ایسا کریں گے تو وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔ اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اسے ہرگز مہلت نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔‘‘

سُورۃُ التَّغَابُن

جیسا کہ ماقبل ذکر ہو چکا کہ سورۃ التغابن میں ایمانیات کی بحث ہے۔ ایمانیات اگرچہ مکی سورتوں کا موضوع ہے اور مکی سورتیں بہت طویل سورتیں ہیں لیکن ایمانیات کا خلاصہ ان طویل مکی سورتوں سے نکال کر اٹھارہ آیات پر مشتمل سورۃ التغابن میں بیان کر دیا گیا ہے۔

سورۃ التغابن کی ابتدائی چار آیات اپنے مضمون کے اعتبار سے سورۃ الحدید کی پہلی چھ آیات سے مشابہ ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الحدید کے مطالعہ کے دوران میں نے یہ بیان کیا تھا کہ سورۃ الحدید کی ابتدائی چھ آیات میرے اندازے (assesment) کے مطابق ذاتِ باری تعالیٰ کے موضوع پر قرآن مجید کی چوٹی کی آیات ہیں‘ اسی طرح زیر مطالعہ سورۃ التغابن کی ابتدائی چار آیات بھی اس موضوع کے اعتبار سے ان چھ آیات کے قریب تر ہیں۔ ان آیات میں فرمایا گیا:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

''اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے ہر وہ شے جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ شے جو زمین میں ہے۔ (واقعہ یہ ہے کہ کُل کائنات کی) بادشاہی بھی اُسی کی ہے اور کُل شکر و سپاس اور تعریف وثنا کا مستحق حقیقی بھی صرف وہی ہے۔ مزید برآں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے جس نے تم سب کو تخلیق فرمایا' لیکن تم میں سے کچھ (اس کا) انکار کرنے والے ہیں اور کچھ (اس کو) ماننے والے ہیں' اور جو کچھ تم (اس دنیا میں) کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور تمہاری نقشہ کشی کی اور تمہاری بہت ہی اچھی نقشہ کشی (اور صورت گری) فرمائی' اور (تمہیں) اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو' اور اللہ سینوں میں پوشیدہ رازوں کا بھی جاننے والا ہے۔''

ایمان باللہ اور توحید کے ذکر کے بعد آیت ۶ میں رسالت اور رسالت کے ضمن میں نوعِ انسانی کو جو سب سے بڑی ٹھوکر لگتی ہے' اس کا ذکر ہوا ہے۔ اس دنیا میں جو بھی پیغمبر آئے تو ان کی قوم کی طرف سے ان کو جھٹلایا گیا' ان کی بات نہیں مانی گئی اور بہت سوں کو ہلاک بھی کر دیا گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی:

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

''یہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح اور روشن تعلیمات کے ساتھ آتے رہے تو انہوں نے کہا کہ کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس انہوں نے کفر کیا اور پیٹھ موڑ لی تو اللہ نے بھی استغناء اختیار فرمایا' اور اللہ تو ہے ہی غنی اور (اپنی ذات میں از خود) محمود۔''

اس حوالے سے سورۃ الفرقان میں ہم کفار کا یہ قول پڑھ آئے ہیں: ﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ﴾ (آیت ۷) ''یہ کیسا پیغمبر ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے!'' لہٰذا رسولوں کی بشریت اس دَور کے لوگوں کے لیے ان کو رسول ماننے کی راہ کی رکاوٹ بن گئی۔ دوسری جانب جنہوں نے ان کو اللہ کا رسول مان لیا ان میں سے بھی کچھ لوگوں نے بعد میں ان کو بشریت سے نکال کر الوہیت کے درجے تک پہنچا دیا۔ اس لحاظ سے یہ ایک ہی مرض کی دو صورتیں ہیں۔ یعنی پہلے لوگوں نے کہا کہ بشر رسول کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ بعد کے لوگوں نے کہا کہ رسول بشر کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس کے بعد آیت ۷ میں خاص طور پر قیامت کا ذکر بڑے زوردار انداز میں ہوا ہے۔ اس آیت میں اس کے انکار کی پُرزور نفی اور اس کے وقوع کا نہایت تاکیدی اثبات فرمایا گیا ہے:

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

''کافروں کو مغالطہ لاحق ہو گیا ہے کہ یہ (موت کے بعد) اٹھائے نہ جائیں گے۔ (اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دیجیے کہ کیوں نہیں! اور میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے' پھر تمہیں جتلا دیا جائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔''

بعدازاں آیت ۸ میں تینوں ایمانیات کا ذکر کر کے بڑے پیارے انداز میں ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔ اس حوالے سے فرمایا:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

''تو ایمان لاؤ اللہ پر' اور اس کے رسولؐ پر' اور اُس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔ اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔''

سورۃ کے دوسرے رکوع میں ایمان کے پانچ بنیادی لوازم بیان ہوئے ہیں اور ہمارے حوالے سے یہ بڑا اہم موضوع ہے۔ اس کی بنیاد پر ہم اپنا جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہمارے اندر بھی ایمان کی کوئی رمق ہے یا نہیں؟ پہلی بات تو یہ بتائی گئی کہ انسان کو یہ یقین ہو کہ دنیا میں ہم پر اگر کوئی تکلیف آتی ہے تو وہ اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آتی۔ جس کو اللہ پر ایمان ہوتا ہے اس کے دل کو اطمینان اور سکون رہتا ہے' وہ پریشان نہیں ہوتا کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ بلکہ وہ کہتا ہے کہ جو کچھ میرے رب نے کیا ہے میں اُس پر راضی ہوں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪﴾ ''نہیں نازل ہوتی کوئی مصیبت مگر اللہ کی اجازت سے۔ اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تم اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہو تو پھر ان کی اطاعت بھی کرنی ہو گی۔ اگر اطاعت نہیں کرتے تو اس کا مطلب ہے کہ تم حقیقتاً مانتے نہیں ہو اور جھوٹا دعویٰ کرتے ہو۔ فرمایا: ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫﴾ ''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو (اس کے) رسول (ﷺ) کی۔ پھر اگر تم نے روگردانی کی تو (جان رکھو کہ) ہمارے رسول پر تو صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے''۔ تیسری بات یہ ہے کہ اہل ایمان کو اللہ کی ذات پر توکل رکھنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬﴾ ''اللہ وہ ہستی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' پس اہل ایمان کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

چوتھی اور پانچویں چیز یہ ہے کہ دنیا میں انسان کے دل میں جن چیزوں کی محبت در آتی ہے وہ بڑے خطرے کے نشان (red signals) ہیں۔ یہ محبتیں مثلاً بیوی' اولاد اور مال کی محبت اگر حد اعتدال سے ذرا تجاوز کریں گی تو وہ فتنہ بن جائیں گی اور عاقبت برباد کر دیں گی۔ اس لیے کہ انہی کی خاطر انسان دنیا میں جھوٹ بولتا ہے' رشوت لیتا اور دیتا ہے' حرام خوریاں کرتا ہے' لہٰذا ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان کے دل و دماغ میں یہ بات ہمیشہ مستحضر رہے کہ یہ تو صرف آزمائش اور کسوٹی ہے کہ جس میں تمہیں کسا جا رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ

اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ﴿۱۵﴾

''اے اہلِ ایمان! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں' پس ان سے بچ کر رہو' اور اگر تم معاف کر دیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو تو بے شک اللہ بھی بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ بلاشبہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (تمہارے حق میں) فتنہ ہیں' اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔''

اس کے بعد آخری تین آیات میں ایمان کے مندرجہ بالا پانچ بنیادی تقاضوں کو بالفعل ادا کرنے کی تاکیدی دعوت ہے۔ فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِيۡعُوۡا وَاَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ‌ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴿۱۶﴾

''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا بھی تمہارے بس میں ہے' اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں جتنا خرچ کر سکتے ہو' اس لیے کہ) یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور جو جی کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔''

سُورۃُ الطَّلَاق

اب یہاں سے زیرِ مطالعہ مدنی گلدستے کا آخری جوڑا شروع ہو رہا ہے جو سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم پر مشتمل ہے۔ ان دونوں سورتوں میں عائلی زندگی کی دو انتہاؤں سے بحث کی گئی ہے۔ عائلی زندگی کی ایک انتہا یہ ہے کہ جب میاں بیوی کے مابین موافقت نہ ہو اور علیحدگی تک نوبت پہنچ جائے۔ یہ موضوع سورۃ الطلاق میں بیان ہوا ہے' جبکہ دوسری انتہا یہ ہے کہ میاں بیوی کے مابین محبت اتنی گہری ہو جائے کہ اس کے سبب اللہ کے احکام توڑے جائیں۔ اس حوالہ سے سورۃ التحریم میں بات ہوئی ہے۔ اس طرح ان دونوں سورتوں کی حیثیت ایک جوڑے کی ہے۔ سورۃ الطلاق کا بنیادی موضوع طلاق اور اس کے متعلقات ہیں۔ اس حوالے سے پہلی آیت میں فرمایا گیا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ‌ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ‌ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ‌ ؕ لَا تَدۡرِىۡ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا‏ ﴿۱﴾

''اے پیغمبرؐ (مسلمانوں سے کہہ دو کہ) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔ نہ تو تم ہی ان کو (ایامِ عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں' سوائے اس کے کہ وہ صریح بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں' اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ (اے طلاق دینے والے!) تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجعت کی) راہ پیدا کر دے۔''

طلاق کے ضمن میں آیت ۲ اور ۳ میں یہ بتا دیا گیا کہ اگر انسان اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس معاملے میں بھی کوئی راہ نکال دے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمۡ يُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ كَانَ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۙ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا ﴿۳﴾

’’پھر جب وہ اپنی میعاد (یعنی انقضائے عدت) کے قریب پہنچ جائیں پھر یا تو ان کو اچھی طرح سے (زوجیت میں) رہنے دو یا اچھی طرح سے علیحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کر لو اور (اے گواہو) اللہ کے لیے درست گواہی دینا۔ ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا وہ اُس کے لیے (رنج و محن سے) مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور جو شخص اللہ پر توکّل کرے تو (اللہ) اس کے لیے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ یقیناً اللہ نے ہر شے کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔‘‘

آیت ۴ میں عدت کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے فرمایا:

وَالّٰٓـئِىۡ يَـئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـئِىۡ لَمۡ يَحِضۡنَ ؕ وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ؕ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا ﴿۴﴾

’’اور تمہاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے)۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (یعنی بچہ جننے) تک ہے۔ اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔‘‘

اس کے بعد آیت ۶ میں مطلقہ عورت کو عدت کے دوران نفقہ اور مرضعہ کو اجرت دینے کا حکم دیا گیا ہے‘ چنانچہ فرمایا:

اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ كُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَاۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى ﴿۶﴾

’’(مطلقہ) عورتوں کو (ایامِ عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو۔ اور اگر حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو۔ پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق سے موافقت رکھو‘ اور اگر باہم ضد (اور نااتفاقی) کرو گے تو (بچے کو) اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور

عورت دودھ پلائے گی۔"

اس کے بعد آیت ۱۰ اور ۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن اور بعثتِ محمدی ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًاۙ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا۝

"(اے اہلِ ایمان!) اللہ نے تمہارے لیے یہ "الذکر" نازل کر دیا ہے۔ (اور اپنا) پیغمبر ﷺ (بھی بھیجا ہے) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح المطالب آیتیں پڑھتا ہے تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ اور جو شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کو باغ ہائے بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ہمیش ان میں رہیں گے۔ یقیناً اللہ نے ان کو خوب رزق دیا ہے۔"

سُورَةُ التَّحرِیْم

اس جوڑے کی دوسری سورۃ "التحریم" ہے۔ جیسے ماقبل بیان ہوا کہ اس سورۃ میں میاں بیوی کے حوالے سے دوسری انتہا کا ذکر ہے جب زوجین میں ایسی محبت پیدا ہو جائے کہ احکاماتِ الٰہیہ ٹوٹنے لگیں۔ سورۃ التحریم کی پہلی آیت ملاحظہ ہو:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝

"اے پیغمبر (ﷺ)! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟ کیا (اس سے) اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے تو اس کا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کوئی امکان نہیں تھا کہ اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو حلال کر لیں، البتہ یہ ضرور تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعض ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی رضا جوئی کے لیے ایک حلال چیز پر قسم کھالی تھی کہ آئندہ میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ اس پر تھوڑی گرفت ہوگئی کہ ایسا کیوں کیا گیا؟

اس کے بعد آیات ۳ تا ۵ میں نبی اکرم ﷺ کی عائلی زندگی کے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی زوجہ رضی اللہ عنہا سے کوئی راز کی بات کہی۔ ان زوجہ سے غلطی ہوئی اور انہوں نے کسی دوسری زوجہ کے سامنے اس کا ذکر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اس افشائے راز کی خبر دے دی۔ آپ نے شکوہ اور شکایت میں بھی التفات اور ملائمت کے پہلو کو پیش نظر رکھا تاکہ ان زوجہ محترمہ کو انتباہ ہو جائے۔ چنانچہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ

وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

''اور جب نبی (ﷺ) نے ایک بات اپنی بیوی سے راز میں کہی تھی' پھر جب اُس بیوی نے وہ راز (کسی اور پر) ظاہر کر دیا' اور اللہ نے نبی (ﷺ) کو اُس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی تو نبی (ﷺ) نے اس پر کسی حد تک (اس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا۔ پھر جب نبی (ﷺ) نے اسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا: آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ نبی (ﷺ) نے کہا'' مجھے اُس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا اور خوب باخبر ہے۔''

آیت ۶ میں اہلِ ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے اہل وعیال کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کریں۔ اس ضمن میں عائلی زندگی کے حوالے سے یہ نکتہ نوٹ کر لیں کہ اولاد اور بیویوں سے محبت اپنی جگہ ایک حد تک مطلوب ہے لیکن اگر اس حد سے آگے بڑھو گے تو پھر یہ ایک فتنہ ہے۔ چنانچہ آیت ۶ میں فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے' جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر' اور جس پر بہت تند خو اور سخت دل فرشتے مامور ہیں جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے وہ بجا لاتے ہیں۔''

اس آیت میں ایک مسلمان خاندان کے سربراہ کی ذمہ داری مثبت انداز میں امر کے صیغے میں بیان کی گئی ہے کہ سربراہ کی ذمہ داری اپنی بیوی بچوں کو صرف نان ونفقہ فراہم کرنے کی نہیں ہے بلکہ ان کو جہنم کی آگ سے بچانا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

آیت ۸ میں فرمایا گیا کہ اگر ابھی تک کوئی کوتاہی ہوتی رہی ہے' کسی غلط راستہ پر چلتے رہے ہو تو اللہ کی جناب میں خلوص کے ساتھ توبہ کرو۔ یعنی دھوکہ بازی اور دکھاوے کی توبہ نہ ہو کہ توبہ بھی ہو رہی ہو اور کام بھی سارے وہی غلط ہو رہے ہوں۔ اگر اخلاص کے ساتھ اور اس عہد کے ساتھ توبہ کرو گے کہ آئندہ ہم غلط حرکتوں کا ارتکاب نہیں کریں گے تو اللہ تمہاری برائیوں کو دور فرما دے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

''اے اہلِ ایمان! توبہ کرو اللہ کی جناب میں خالص توبہ۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم سے تمہاری برائیوں کو دور کر دے گا اور تمہیں ان باغات میں داخل کرے گا جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی۔ اس روز اللہ اپنے نبی (ﷺ) اور ان کے اہلِ ایمان ساتھیوں کو رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور ان کے دائیں جانب

(بقیہ صفحہ 69 پر)